بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر

لکھنؤ سے ہر جمعہ کو نکلتا ہے

سچ

قیمت سالانہ ۶ر
بیرون ہند سے ۸ شلنگ

قیمت ششماہی ۳ر
فی پرچہ ۱ر

نمبر ۳۷ | ۱۹ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ — ۲۷ ستمبر ۱۹۲۶ء | جلد ۲

سچی باتیں

آپ کسی نامور شاعر کے کمالات کو سنتے ہیں، تو آپ کی زبان داد دینے پر مجبور ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کسی بڑے فوجی جنرل کی شجاعت و دلیری کے کارنامے پڑھتے ہیں، تو آپ کے دل میں اس کی عظمت پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ ملک وملت کے شہیدوں کے ایثار و تحمل کے واقعات جب آپ کے سامنے بیان ہوتے ہیں، تو آپ کا دل اُن کی محبت و وقعت کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے یا نہیں؟ سچے واقعات اور سوانح زندگی کو بھی جانے دیجئے۔ ناول، افسانہ، و شعر، جن کے فرضی و مصنوعی ہونے کا بھی آپ کو پورا یقین ہے، آپ متاثر ہوتے ہیں یا نہیں؟ جب جھوٹے افسانوں کی جھوٹی کہانیوں اور افسانوں میں آپ کو اس قدر لذت، تاثیر، دلکشی محسوس ہوتی ہے، تو کیا دنیا کے سب سے بڑے انسان کے سچے واقعات وحالات، فضائل و کمالات، آپ کے سینے کو نہ گرمائیں گے؟ آپ کے دل میں کوئی جنبش نہ پیدا کریں گے؟ پھر یہ کیا ہے، کہ آپ اس ذکر مبارک کے جائز و ناجائز ہونے کی بحث میں اُلجھے ہوئے ہیں؟

آپ ہر اہم واقعہ کی سالانہ یادگار مناتے ہیں، اہم تاریخی واقعات کو جلسوں کے ذریعہ سے زندہ رکھنا چاہتے ہیں، پھر یہ کیسی حیرانی کی بات ہے، کہ تاریخ کائنات کے سب سے بڑے اور اہم ترین واقعہ کی یادگار منانے کو جائز قرار دینے میں آپ تامل کر رہے ہیں؟ پروردگار عالم کی ایک ایک نعمت و رحمت آپ کو کلام مجید میں یاد دلائی گئی ہے، اور ان نعمتوں، رحمتوں، اور بخششوں کے چرچے کرتے رہنے کا صاف حکم آپ کو مل چکا ہے، پھر سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی رحمت، اور سب سے بڑی بخشش کے وجود میں آنے کے تذکرہ کے جواز میں بھی آپ کو تردد و تذبذب ہو رہا ہے؟ ہر لذت، ہر نعمت، ہر رحمت کے ذکر میں آپ کو لذت و حلاوت ملتی ہے، پھر یہ کیسی سخت بدنصیبی ہے، کہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت و رحمت کے تذکرہ میں آپ کو لذت وحلاوت نہیں محسوس ہوتی! اور اس "بدعت" سے کنارہ رہ کر آپ خود اپنے حق میں کیسی سخت ناانصافی کر رہے ہیں؟

آج ہماری ہر عبادت محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہے۔ نوافل و مستحبات کا ذکر نہیں، فرائض و واجبات تک کی حقیقتیں رسم و رواج کے پردے میں گم ہو گئی ہیں، کوشش کیجئے، کہ یہ پردے اُٹھیں، اور حقیقتوں کے روشن چہرے اپنی پوری زیبائی و دلکشی کے ساتھ از سر نو نظر آنے لگیں۔ لیکن یہ حق اصلاح میں آکر تخریب و بربادی کا عمل تو شروع نہ فرما دیجئے۔ کپڑا اگر میلا ہو گیا ہے، تو دھو کر صاف کیجئے، نہ یہ کہ پھاڑنے کی فکر میں لگ جائیے۔ بگڑی ہوئی حالت کو بنائیے، نہ یہ کہ بنی ہوئی صورت کو اور بگاڑنے لگئے۔ نقل کو اصلیت سے جوڑئیے، خود بخود تمام ٹوٹی ہوئی چیزیں جڑنے لگیں گی۔ میلاد مبارک کے یوم و تاریخ، موسم و وقت کو غیروں کو اپنے میں شامل کرنے کا موقع بنائیے، نہ یہ کہ اپنوں کو بیگانہ کرنے میں لگ جائیے۔

"م"

اڈیٹر: عبدالماجد

"شجرۃ الرضوان"

اس مسئلہ کے سلسلہ میں مولانا مناظر احسن گیلانی کا مکتوب گرامی پچھلے پرچہ میں نقل ہو چکا ہے۔ مولانا عبد السلام ندوی کے مکتوب کا ضروری حصہ حسب ذیل ہے :-

"شجرۃ الرضوان کے کٹوانے کا جو واقعہ میں نے اسوۂ صحابہ میں نقل کیا ہے، وہ ازالۃ الخفا، حصہ دوم سے منقول ہے۔ اس سے زیادہ میں نے اسکی تحقیق نہیں کی۔ مولانائے مرحوم نے بھی الفاروق میں ازالۃ الخفا ہی سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے لیکن حاشیہ میں لکھا ہے کہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ابن سعد نے طبقات میں اسکو بہ سند صحیح نقل کیا ہے۔ طبقات کی طرف تو میں رجوع نہ کر سکا، البتہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں :-

"صحیح میں ابن عمر اور مسیب بن حزن والد سعید سے مروی ہے کہ شجرہ چھپا دیا گیا، اور اس میں ایک حکمت تھی کہ لوگ اسکے گرویدہ نہ ہو جائیں، کیونکہ اسکے نیچے ایک نیک واقعہ ہوا تھا، اسلیے اگر وہ باقی رہتا، تو جاہلوں کی تعظیم سے محفوظ نہ رہتا یہاں تک کہ بسا اوقات یہ لوگ یہ اعتقاد کر لیتے کہ اسکو نفع و نقصان کی قوت حاصل ہے، جیسا کہ آج ہم اس سے کم درجہ کی چیزوں کی نسبت دیکھتے ہیں۔ ابن عمر نے اپنے اس قول میں کہ "یہ خدا کی رحمت تھا" اسی طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسکے یہ معنی ہوں کہ شجرہ خدا کی رحمت کی جگہ اور اسکی رضامندی کا مقام تھا کیونکہ مسلمانوں سے خدا کی رضامندی اسی جگہ اتری۔ لیکن سعید بن مسیب کا انکار ان لوگوں پر جو یہ خیال کرتے ہیں، کہ "وہ درخت کو جانتے پہچانتے ہیں" اپنے باپ کے اس قول کی بنا پر کہ "آئندہ سال وہ لوگ اس سے ناواقف رہ گئے" اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا، کہ وہ مطلقاً بے نام و نشان ہو گیا کیونکہ بخاری میں جابر سے مروی ہے کہ اگر آج میں دیکھتا ہوتا تو تم لوگوں کو شجرہ کی جگہ دکھا دیتا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ متعین شخص طور پر اس جگہ کو یاد رکھتے تھے، اور جبکہ اپنی اخیر عمر میں ایک طویل زمانہ کے بعد وہ اس جگہ کو یاد رکھتے تھے، تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے، کہ وہ لوگ شجرہ کو بعینہٖ یاد رکھتے تھے کیونکہ وہ انکے اس قول سے پہلے ہی کاٹ دیا گیا تھا۔ جیسا کہ ابن سعد نے صحیح اسناد کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے، کہ حضرت عمر کو یہ معلوم ہوا، کہ کچھ لوگ درخت کے پاس آکر نماز پڑھتے ہیں، تو انھوں نے ان کو دھمکی دی، پھر اسکے کاٹنے کا حکم دیا، اور وہ کاٹ ڈالا گیا۔ (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)"

ووٹ کی قیمت!

امریکہ کے علاقہ الینوس میں، پچھلی بار، جو دو شخص ایک ہی پارٹی کی جانب سے رکن حکومت منتخب ہو جانے کے امیدوار تھے، ان میں سے ناکام فریق نے ۵ لاکھ ڈالر کی رقم اپنی کوشش میں صرف فرمائی تھی، اور فریق کامیاب کے مصارف انتخاب ۲ لاکھ ۵۰ ہزار ڈالر تک پہونچ گئے! [illegible]

اسی علاقے کے ایک اور صاحب اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر فرماتے ہیں کہ ہر امیدوار کو اپنے تمام حلقۂ انتخاب کے رائے دہندگان تک اپنی آواز، خطوط و رسائل کے ذریعہ سے پہونچانے کے لیے ½ ۱ لاکھ ڈالر خرچ کرنے کی ضرورت ہوگی، اور اس طرح ہر امیدوار ہر انتخاب کے موقع پر بغیر اسراف کیے ½ ۱ لاکھ ڈالر خرچ کرنے کا مجاز ہوگا۔ (ایضاً)

علاقۂ پنسلوینیا میں، جو کمیشن مصارف امیدواران انتخاب کی تحقیق کے لیے بیٹھا تھا، وہ بالآخر اس نتیجہ پر پہونچا ہے، کہ صرف ایک پارٹی (ری پبلکن پارٹی) کے تین امیدواروں کے مصارف انتخاب کی میزان ۱۱ لاکھ پونڈ یعنی ½ ۳ کروڑ روپیہ تک پہونچ گئی! (ایضاً)

یہ اس ملک کی جمہوریت کا، اس ملک کے نظام حکومت کا، ایک نمونہ ہے، جو آج مہذب و شائستہ دنیا میں اپنی آئین دوستی، جمہوریت پسندی و حریت نوازی میں سب سے آگے، اور سب کا رہبر و پیشوا سمجھا جاتا ہے! کیا اسلام کے نظام شوریٰ میں بھی اس دولت قارون کی ضرورت پڑتی تھی؟ کیا ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین انھیں ذرائع کے بل پر جمہوریتِ اسلام کے صدر منتخب ہوئے تھے؟ کیا یہی وہ عاقلوں کی جدید جمہوریت ہے، جسے اگلوں کی قدیم شوریت کے مقابلہ میں لایا جا سکتا ہے؟

"م"

انتخاب کا چکر

ملک کی قانون ساز مجلسوں کا زمانۂ انتخاب جس قدر نزدیک آتا جاتا ہے، قوم کے ہر طبقہ، ہر گوشہ میں کشمکش اسی تیزی سے جاری ہے۔ کانگریس کی مخالفت میں متعدد طاقتور جماعتیں مرتب و منظم ہو کر میدان میں آ رہی ہیں، اور ان میں ہر جماعت بجائے خود دوسرے کی رقیب و دشمن ہے۔ مسلمانوں کی حالت ابتر و زبوں تر ہے۔ ہندوستانیوں میں اگر نظم و اتحاد کی کمی ہے، تو مسلمان ہندوستانیوں میں نظم و اتحاد سرے سے مفقود ہے۔ مسلم لیگ، خلافت، تنظیم، اور جمعیۃ العلماء کتنی اور انجمنیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں آستینیں چڑھائے ہوئے ہیں، اور پھر ہر انجمن کا شیرازہ بجائے خود بکھرا ہوا ہے، ہر انجمن کا ہر ممبر اپنی انجمن کے ہر دوسرے ممبر کی عزت و آبرو کا دشمن اور اس کی توہین و ذلت پر خوش ہونے والا!

خودستائی کو مشرقی تہذیب اور اسلامی اخلاق میں ایک خاص عیب قرار دیا گیا ہے، لیکن مغربی تہذیب اور فرنگی اخلاق نے اسی عیب کو ہنر بنا دیا ہے، اور جو شخص کسی انتخاب کے لیے امیدوار ہوتا ہے، وہ براہ راست اپنے زبان و قلم کو، یا بالواسطہ اپنے دوستوں کے زبان و قلم کو اپنی مبالغہ آمیز مدح و ستائش، اور اپنے حریفوں کی مذمت و ہجو کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ دباؤ اور دھمکی سے کام لیا جاتا ہے، جھوٹی خوشامدیں کی جاتی ہیں، روپیہ، منصب، ہر قسم کے لالچ دیے جاتے ہیں، اور وہ شخص جو خدمت خلق کا دعویٰ لیکر اٹھتا ہے اس کے ہونے کا ثبوت خود اپنے نفس کی غلامی سے دیتا ہے! انکسار و تواضع، خاکساری و فروتنی جو قدیم تہذیب میں جوہر سمجھے جاتے تھے، انھیں بزدلی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور اپنی اہلیت کے اشتہار کے لیے زبان و قلم، تحریر و تقریر کی ساری قوتوں کو وقف کر دیا جاتا ہے! یہ وہ صورتیں ہیں، جو بالکل عام ہیں، اور جنھیں اختیار کرنے پر بہتر سے بہتر افراد بھی، امیدوار انتخاب ہونے کے بعد اپنے تئیں مجبور پاتے ہیں۔ باقی رشوت ستانی، وعدہ خلافی، جعلسازی،

اور ہنگامۂ فساد کی بھی جو صورتیں رونما ہوتی رہتی ہیں، وہ بھی نادر نہیں۔

اس اخلاقی خودکشی میں، اس روحانی ہلاکت میں حصہ لینا کسی خوددار ہندوستانی، کسی با اصول مشرقی، اور کسی متقی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے؟ جو عزت ان طریقوں سے حاصل کی جائے، وہ اہل ایمان کی زبان میں بھی "عزت" کہلانے کی مستحق ہے؟ مذہب و شریعت نے، شرافت و اخلاق نے، خدمتِ خلق اللہ کے جس جذبہ کی تربیت و پرورش کا حکم دیا ہے، وہ انھیں ذریعوں سے نشو و نما حاصل کر سکتا ہے؟ کیا انھیں طریقوں کے چھپنے کے بعد کسی صاحبِ ایمان کو نزولِ رحمت و برکت کا انتظار باقی رہیگا؟ مقابلہ اس وقت خدا اور خودی کے درمیان ہے۔ جو اللہ کے ہو چکے ہیں، جو اپنے تئیں خدا والے کہتے اور سمجھتے ہیں، کم از کم انھیں تو خودبینی و خودنمائی، نمود و نمائش کی اس "بازی" میں حصہ لینے سے شرمانا چاہیے۔ اسلام کا کلمہ گو، خدائے اسلام کا حلقہ بگوش، دنیا میں خلافتِ الٰہی کا وارث ہے، اور اللہ کی خلافت، شیطانی قوتوں کی پرورش سے حاصل نہیں ہو سکتی ؎

دین خدا نے حق کی تجلی کے واسطے ... دنیا اٹھی ہے اپنی تسلی کے واسطے
عارف ہیں جو، ہیں گے وہ اسی ہی کے لیا تھ ... اللہ ہی ہے اُنکی تسلی کے واسطے

"م"

معذرت

ایڈیٹر صاحب کی اہلیہ کچھ عرصہ سے علیل تھیں۔ صفر کے آخر میں طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو انھیں دریاباد سے لکھنؤ لانا پڑا۔ صاحب ممدوح کے نظام اوقات میں اسکی بدولت جو خلل واقع ہوا اسکی وجہ سے، اور نیز مرکزی خلافت کمیٹی کے جلسہ کی شرکت کے لیے دہلی جانے اور وہاں سے علی برادران کی معیت میں واپس آکر جمعیۃ کانفرنس میں مصروف رہنے کے باعث اس ہفتہ کا پرچہ بہت تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔ الحمد للہ کہ بیگم عبدالماجد کی طبیعت اب اچھی ہے اور وہ اپنے مستقر دریاباد پہونچ گئے ہیں۔ امید ہے کہ اگر جدید موانع نہ پیش آئے تو آئندہ دو ہفتے کے اندر یہ تاخیر دفع ہو کر پرچہ وقت پر شائع ہونے لگے گا۔

مہتمم

الخلافت

مولوی برکت اللہ بھوپالی مشہور حریت پسند فاضل نے جو سالہا سال سے یورپ، امریکہ، جاپان اور ممالک اسلامیہ کی سیاحت کر رہے ہیں اور "الاصلاح" کے نام سے ایک پرچہ انگریزی زبان میں جرمنی سے نکالتے ہیں یہ کتاب انگریزی زبان میں لکھی ہے۔ اس میں انھوں نے خلافت کی تاریخ، اس کی مذہبی اہمیت، ضرورت، عہد خلافت راشدہ کے بعد اسکی نوعیت کا بدل جانا، اور اب ترکوں کے الغاے خلافت کے بعد جو موقع خلافت صحیحہ قائم کرنے کا ملا ہے اسپر تفصیل سے لکھا ہے۔ اور اب کیا کرنا چاہیے؟ اسکے متعلق اپنی ذاتی رائے دلائل و براہین کے ساتھ پیش کی ہے۔ قیمت ۱۲؎

مہتمم اخبار سچ لکھنؤ

نماز باجماعت کی تحریک

راہ مولا کا دوسرا اسٹیشن

جو شخص کلکتہ یا کسی اور مقام کے سفر کا ارادہ کرکے دلی ریلوے اسٹیشن پر آجاتا ہے اُسے لوگ مسافر کہنے لگتے ہیں اور یہ نام اسکا اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ منزل مقصود میں نہیں جا پہونچتا۔ یہی حال راہ مولا کے مسافروں کا ہے۔ انھوں نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور گویا وہ روانگی والے اسٹیشن پر آگئے اور اللہ کے پاس چلنے کا انھیں ٹکٹ مل گیا۔ اب ان کا نام مسلمان یعنی مسافر راہ مولا ہوگا۔ اور کافر ہے اگر کوئی انھیں اس نام سے نہ پکارے۔ لیکن جس طرح کلکتہ کا صرف ٹکٹ لیکر انسان پورا پورا مسافر نہیں بنجاتا، اُسے ریل میں بیٹھنا ہوتا ہے۔ اور دلی کے علاوہ بھی سیکڑوں اسٹیشنوں سے گذرنا پڑتا ہے تب اس کی مسافرت تکمیل پاتی ہے۔ اسی طرح صرف کلمہ پڑھ کر ہم اس درجہ کی مسلمانی کا دعوےٰ نہیں کر سکتے جسکے بعد دینی اور دنیاوی کامیابی اللہ کے وعدہ کے موافق لازمی ہو جاتی ہے۔ آج کل کے مسلمان کلمہ سے آگے نہیں بڑھتے ورنہ مسلمانی اور تباہی اجتماع ضدین ہے۔ خدا کی قسم تم ایک قدم بڑھا کر دیکھو۔ دلی سے شاہدرہ تو چلو۔ پھر غازی آباد، علیگڑھ، اٹاوہ، کانپور، کلکتہ کی ہمت ہو جائے گی۔ نماز راہ مولا کا دوسرا اسٹیشن ہے۔

میرے کلمہ گو بھائیو! اگر اللہ تک پہونچنا ہے اور دین و دنیا کی کامیابی حاصل کرنی ہے تو مسجدوں میں آؤ۔ مسجدوں کا اجتماع ساری مشکلیں حل کر دے گا۔ سچے اور پکے مسلمان بن جاؤ ؎

اک شور ہے جہاں میں مسلمان ہیں تباہ
میں تم سے پوچھتا ہوں مسلمان ہیں کہاں؟

دوبارہ سُن لو کہ مسلمانی اور تباہی متضاد چیزیں ہیں۔ مسلمان تباہ نہیں ہوا کرتا۔ ہماری تباہی کا سبب یہ ہے کہ ہم ناقص مسلمان ہیں۔ سچے اور پکے مسلمان نہیں ہیں۔ اپنے سچے اور پکے بندوں کو ماں باپ سے زیادہ چاہنے والا آقا کہیں تباہ و برباد کر سکتا ہے؟

ملا واحدی

واحدی اڈیٹر درویش و نظام المشائخ و نائب حضرت خواجہ حسن نظامی دہلی

انتخابِ صحاح ستہ

حدیث شریف کی چھ کتابوں میں سے آٹھ سو کے قریب ایسی حدیثیں جو مسلمانوں کی روزمرہ کی ضرورتوں سے متعلق ہیں مختلف عنوانات کے تحت میں ترتیب وار درج کی گئی ہیں۔ ترجمہ الگ ہے متن جدا۔ اور دونوں پر یکساں نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ جو صاحب چاہیں ترجمہ و متن کا مقابلہ کر لیں۔ شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین کرام کے مختصر حالات اور حدیث کی مشہور کتابوں، انکے انتخابات و تراجم کا ذکر ہے۔

قیمت مجلد عمہ رفاہ عام ۸

ملنے کا پتہ: ناظر بک ایجنسی لکھنؤ

محفل میلاد النبی

میلاد مبارک کی محفلوں کو ایک جماعت نے اپنے نادانشمندانہ طریقے کام لیکر محض ایک مجموعۂ رسوم بنا دیا ہے۔ دوسری طرف اسکے مقابلہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو سرے سے ان محفلوں ہی کو مٹا دینا چاہتی ہے۔ ہمارے مشہور شاعر حضرت اقبال نے ایک موقع پر اس باب میں جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں وہ اتنی بڑی حد تک معقول و معتدل ہیں۔ کہ انکی تقریر کی رپورٹ انقلاب کے صفحات سے لیکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

جناب علامہ نے چند ابتدائی کلمات کے بعد فرمایا:

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ انسانوں کی طبائع، انکے افکار، اور انکے نقطۂ نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تیوہاروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں انکو مدنظر رکھیں۔

منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں، ایک میلاد النبی کا مبارک دن بھی ہے۔ میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ انکے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو، وہ ہر وقت انکے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول کو مدنظر رکھیں۔ تاکہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریق تو درود و صلوٰۃ ہے۔ جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک ہو چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کے موقعے نکالتے ہیں۔ عرب کے متعلق میں نے سنا کہ اگر کسی بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بآواز بلند اللھم صل علی سیدنا و بارک وسلم پڑھ دیتا ہے تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے۔ اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آ جاتے ہیں۔ یہ درود کا اثر ہے۔ اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جائے اسکی یاد قلوب کے اندر اپنا اثر پیدا کرے۔

پہلا طریق انفرادی۔ دوسرا اجتماعی ہے۔ یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دو جہاں صلعم کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو آپ کے سوانح زندگی بیان کرے تاکہ انکی تقلید کا ذوق شوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔ اس طریق پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہم سب آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن بہرحال اسکا بیان کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ یاد رسول اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے۔ یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت حضور سرور عالم کے وجود مقدس سے ہویدا تھی وہ آج ہمارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں

آدمی دید است باقی پوست است
دید آن است آنکہ دید دوست است

یعنی جوہر انسانی کا انتہائی کمال ہے کہ اُسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے۔ یہ طریقہ بہت مشکل ہے۔ کتابوں کے پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا۔ اسکے لیے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھکر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو پھر ہمارے لیے یہی طریقہ ہے جس پر ہم آج عمل پیرا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لیے کیا کیا جائے؟ بیس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے۔ اور قومی اعتبار سے یہ تربیت علما کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے۔ صدر اسلام میں اسکول نہ تھے۔ کالج نہ تھے۔ یونیورسٹیاں نہ تھیں۔ لیکن تعلیم و تربیت اسکی ہر چیز میں ہے۔ خطبۂ جمعہ، خطبۂ عید، حج اور وعظ، غرض تعلیم و تربیت عوام کے بیشمار مواقع اسلام نے ہم پہنچائے ہیں۔ لیکن افسوس کہ علما کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا۔ اور اگر کوئی رہا بھی تو اسکا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی جھگڑے پیدا ہوگئے۔ اور علماء کے درمیان جنھیں پیغمبر علیہ السلام کی جانشینی کا فرض ادا کرنا تھا، سر پھٹول ہونے لگی۔ مصر، عرب، ایران، افغانستان ابھی تہذیب و تمدن میں ہم سے پیچھے ہیں لیکن وہاں علما ایک دوسرے کا سر نہیں پھوڑتے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک نے اخلاق کے اس معیار اعلیٰ کو پا لیا ہے۔ جسکی تکمیل کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے۔ اور ہم ابھی اس معیار سے بہت دور ہیں۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اس لیے علما کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کیا کریں۔ تاکہ ہماری زندگی حضور کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے۔ اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپنے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں حضور نے اسکو کس طرح کھایا ہے۔ مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہو جاؤں۔

کامل بسطام در تقلید فرد اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کی سمجھ نہیں رہی جنسے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کیلیے باعث رحمت ہو جائیں۔ اگلے زمانہ کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا۔ حضرت مولانا روم بازار میں جا رہے تھے۔ لڑکوں سے محبت تھی کچھ بچے کھیل رہے تھے انہوں نے مولانا کو سلام کیا۔ مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کیلیے دیر تک ٹھہرے رہے۔ ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا اسنے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت ابھی جائیے گا نہیں میرا سلام لیتے جائیے تو مولانا نے بچہ کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اسکا سلام لیکر گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپنے بچہ کیلیے اسقدر توقف کیا۔ آپنے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلعم کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور بھی یونہی کرتے۔

گویا ان بزرگوں میں تقلید رسول اور اتباع سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں۔ علما کو چاہیے کہ انکو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن و حدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہے لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالب عالیہ کے متحمل نہیں۔ انھیں فی الحال صرف اخلاق نبوی کی تعلیم دینی چاہیے

مسجد اور باجا

(از مولوی ابو الجلال صاحب ندوی)

مسلمانوں میں یہ عام نقص ہے کہ کوئی کام اپنے سیاسی مفاد، عقلی و ملکی مصالح اور وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے خواہ کسی قدر ضروری ہو وہ جبتک اسکو شرعی حیثیت سے ضروری اور واجب باور نہیں کرتے اسکو بالکل غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ عوام کے اس نقص نے ہمارے رہنماؤں میں یہ بیماری پیدا کر دی ہے کہ وہ اپنے سوچے ہوئے ہر سیاسی اور عقلی طرز عمل کو جسے وہ مسلمانوں کے لیے ضروری اور مفید باور کرتے ہیں شرعی رنگ میں پیش کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔

ہندوؤں کا ایک شورش پسند طبقہ اس بات پر مصر ہے کہ باجے گاجے کے ساتھ جلوس نکالنا تو ایک مذہبی فریضہ ہے اور کسی حالت میں ہم اس فریضہ سے باز آئیں تو دھرم نشٹ ہو جائیگا اس لیے ہماری مرضی ہے چاہے مسجد ہو چاہے کعبہ ہم تو ضرور باجا بجائیں گے۔ مسلمان اسکو کسی طرح پسند نہیں کرتے کہ ہندوؤں کو اتنی آزادی دیدیجائے کہ وہ عین حالت نماز میں ہمارے سر پر تاشہ بجائیں۔

ہم کو معلوم ہے کہ ہندوؤں کے مذہب میں صاف بتایا گیا ہے کہ کسی کی یگیہ کو بگاڑنا، پوجا میں یا دھیان، تپسیا میں پاکھنڈ کرنا دشٹوں، اسروں اور راکششوں کا کام ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں کو یہ حق نہیں ہے کہ ہم انکو وید پڑھ کر سنائیں۔ لیکن مسلمانوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ ہندوؤں کے اس پکھنڈ کو روکنے کا حق انکو اگر حاصل ہے تو اسکی نوعیت کیا ہے؟

دہلی کے ایک معزز اسلامی اخبار نے قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ "ہندوؤں کو انکی شرارت سے روکنا ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔" فرض کرو اس معزز اخبار کے اس دعوے کے علاوہ ہندوؤں کا یہ دعوے بھی صحیح ہو کہ مسجدوں کے سامنے باجا روکدینے سے انکا دھرم نشٹ ہو جاتا ہے تو بتاؤ پھر ہندوستان کی قسمت کا کیا فیصلہ ہوگا؟

جو مسلمان ہندوؤں کے اس بیجا اصرار کے مخالف ہیں اور عقلی دلائل اور سیاسی وجوہ کے ماتحت ان کی مزاحمت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان سے ہم کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت نے بہت سے معاملات کے فیصلہ کا حق "اولو الامر" کو دیا ہے اور زبان شریعت میں "اولو الامر" صرف حکام نہیں بلکہ قوم سے مراد ہے جیسا کہ خود قرآن نے بتایا ہے۔ "شوریٰ" یعنی باہمی مشورہ ہے۔ "وامرهم شوریٰ بینهم" اور مسلمان اصحاب شوریٰ کے احکام بھی ہم پر اسی طرح واجب العمل ہیں جس طرح خدا اور رسول کے احکام۔ احکام بالمعروف غیر معصیۃ" بشرطیکہ گناہ کا حکم نہ ہو۔ اس بنا پر اگر مسلمان اصحاب شوریٰ محض عقلی دلائل کی بنا پر کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو اس کی مخالفت کا حق کسی اصحاب شوریٰ ہی کو ہے۔

لیکن جو لوگ مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہندوؤں کو انکے اس تماشہ عمل سے بتقاضا روکنا اور باز رکھنا شرعاً واجب ہے اور وہ نہ مانیں تو ہمارا ہنگامہ و فساد کرنا بھی حق بجانب ہے انکو یاد دلانا خواستہ سہی مگر سن لینا

چاہیے کہ خود خدائے پاک کا ارشاد ہے کہ

ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب	جن چیزوں کا ذکر جھوٹ موٹ تمہاری زبانیں کرتی ہیں انکو خدا پر جھوٹ گڑھنے کیلیے یہ نہ کہو کہ یہ حرام ہے اور وہ حلال ہے۔

خداوند تعالیٰ نے اسکے ساتھ یہ بھی بتا دیا ہے:

ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون متاع قليل ولهم عذاب اليم (نحل)	جو لوگ اللہ پر جھوٹ گڑھتے ہیں انکا مقصد کبھی پورا نہ ہوگا۔ تھوڑی پونجی اور انکے لیے دردناک عذاب ہے۔

اب تک مسجد اور باجے کا قضیہ مسلمانوں نے مذہبی رنگ میں پیش نہ کیا تھا، مگر ہمارے محترم اخبار .... نے قرآن مجید کی آیتوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا تو اب یہ ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ایک سچے مسلمان کی طرح ملامت کرنے والوں سے نہ ڈریں اور صاف صاف بتا دیں کہ چاہے کتنا ہی بڑا سیاسی مفاد مضمر ہو، مگر قرآن کی غلط تعبیر گناہ ہے۔ ہمارے محترم کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وما لهم الا يعذبهم الله وهم يصدون عن المسجد الحرام وما كانوا اولياءه ان اولياؤه الا المتقون ولكن اكثرهم لا يعلمون وما كان صلاتهم عند البيت الا مكاء وتصدية فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون (انفال)	انکا اب کیا ہے کہ (خدا) انکو عذاب نہ دے، حالانکہ وہ (لوگوں) مسجد حرام سے (ناحق) روکتے ہیں، وہ تو اسکے یعنی مسجد حرام کے حقدار بھی نہیں۔ اسکے حقدار تو وہی ہیں جو ڈرتے ہیں مگر ان میں سے اکثر کو علم نہیں اور خانہ کعبہ کے پاس انکی عبادت تو صرف سیٹی اور تالی بجانا ہے۔

اس آیت کی جو تفسیر بالرائے کی گئی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مسجدوں کے پاس باجا بجانا گویا مسجدوں سے مسلمانوں کو روکنا ہے اور یہ وہ فعل ہے جسکی بنا پر انکو ستانا گویا جائز ہے اور مسلمان ایسی حالتوں میں جو ہنگامہ کر بیٹھتے ہیں اس میں بھی گویا شرعاً حق بجانب ہیں۔

حالانکہ آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ صحابہ و تابعین تو اسکی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ کفار مکہ بار بار آنحضرتؐ سے کہتے تھے کہ آپ ہمیں عذاب الٰہی کی دھمکی دیتے ہیں وہ آتا کیوں نہیں۔ اسکے جواب میں خدا نے کہا

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم	جب تک آپ ان میں ہیں اللہ انکو عذاب نہ دیگا

ہجرت کے بعد پھر یہی کہا گیا تو آیت نازل ہوئی:

وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون	اللہ انکو اس وقت تک عذاب نہ دیگا جب تک وہ مغفرت چاہتے رہیں

یہ آیت اس زمانہ کی ہے جب مکہ میں کمزور مسلمان ہجرت کے بعد بھی مکہ میں موجود تھے۔ بعض مسلمان وہاں ایسے بھی تھے جیسے حضرت عباس جو ابتک اپنا اسلام ظاہر نہ کر سکے۔ جب یہ بھی چلے آئے تو سورہ انفال کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں خدا نے انکی یہ علت بتائی ہے کہ وہ لوگوں کو یعنی مسلمانوں کو مسجد حرام کے پاس جانے نہیں دیتے۔ لیکن اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ خانہ کعبہ انکی عبادت گاہ تھی وہ اسکے مالک تھے انکو حق تھا کہ جسکو چاہتے اپنی عبادت گاہ میں جانے نہ دیتے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ

وما کانوا اولیاءہ

اور وہ تو اسکے حقدار یا مالک بھی نہیں۔

یہ ایک دعویٰ ہے جسکی دلیل یہ ہے کہ (ان اولیاؤہ الا المتقون) یعنی اسکے مستحق نہیں (ورنہ) خانہ کعبہ کے حقدار وہی ہو سکتے ہیں جو متقی ہوں۔ دلیل کا دوسرا جزو آیت میں بتصریح موجود ہے اور پہلے جزو کا ثبوت یہ ہے کہ

وما کان صلاتہم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ

اور خانہ کعبہ کے پاس انکی عبادت صرف تالی بجانا اور سیٹی بجانا تھی۔

اس موقع پر مکاء اور تصدیہ کا لفظ محض اپنے لغوی مفہوم کی طرف اشارہ نہیں کرتا بلکہ جیسا حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اس سے مراد عرب کا یہ دستور ہے کہ قریش کے علاوہ دوسرے قبائل ننگے ہو کر اچھلتے کودتے، طواف کرتے تالیاں بجاتے اور دونوں ہاتھوں کو ملا کر اس میں زور سے پھونکتے تھے اور نرسنگھے کی سی آواز پیدا ہوتی تھی۔ عورت مرد ننگے ہی کرتے تھے اسی لیے خدا نے مکاء و تصدیہ کا ذکر انکے نا خدا ترس اور بے حیا ہونے کی دلیل میں پیش کیا۔

اس آیت میں کہیں اسکا ذکر نہیں ہے کہ مکاء و تصدیہ جیسے افعال یہ معنے رکھتے ہیں کہ انکی بنا پر زبردست ہنگامہ و فساد شرعی حیثیت سے قابل تعریف کام ہو جائے۔ بلکہ آپ کچھ اور غور کریں تو اسکا حکم کچھ اور ہی ملیگا۔ کفار مکہ کو اس آیت کے نزول کے بعد بھی شرم نہ آئی کہ (اذا فعلوا فاحشۃ قالوا) وجدنا آباءنا واللہ امرنا بہا۔ ہم نے اپنے باپوں کو ایسا ہی کرتے پایا۔ اور اللہ ہی نے اسکا حکم دیا ہے۔ کفار کے اس جواب پر خدا نے سورۂ اعراف کا دوسرا تیسرا رکوع نازل کیا۔ کفار کی اس دلیل کے دو اجزاء تھے۔ پہلے جزو کا جواب ڈیڑھ رکوع میں دیا گیا کہ جنت میں تمہارے ابو الآباء آدم ننگے نہ تھے، البتہ شیطان کی بدولت ان کا جنتی لباس چھن گیا تو بھی وہ درخت کے پتوں سے اپنی شرمگاہیں چھپاتے تھے۔ دوسرے جزو کا جواب یہ دیا کہ "آدم کے بیٹو، نہ ہو کہ جس طرح تمہارے ماں باپ (آدم و حوا) کو شیطان نے انکی شرمگاہیں دکھانے کو لباس چھنوا کر جنت سے نکلوا دیا، تم کو بھی فتنہ میں ڈال دے کیونکہ وہ اور اسکے لوگ تم کو دیکھتے ہیں اور تم ان کو نہیں دیکھتے۔"

انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یومنون و اذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون - قل امر ربی بالقسط واقیموا وجوہکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین کما بدأکم تعودون۔

ہم نے شیطانوں کو انکا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ جب کوئی بدی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا اور اللہ ہی نے اسکا حکم دیا ہے۔ بتا دو کہ اللہ برائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم خدا پر وہ الزام لگاتے ہو جسے تم خود نہیں جانتے۔ کہدو کہ خدا تو صرف سیدھی راہ کا حکم دیتا ہے اور اے مسلمانو تم ہر مسجد کے سامنے اپنے رخوں کو سیدھا رکھو اور اسی کو اسکے لیے اپنے دین کو خالص رکھتے ہوئے پکارو۔

اس آیت کے بعد مسجد کے متعلق اور بہت سے احکام ہیں جنکا تعلق ہمارے اس مضمون سے نہیں۔

اس آیت میں "فاحشہ" کا جو لفظ ہے ہر گناہ اور ہر خلاف شریعت کام کے لیے عام ہے، لیکن شان نزول بتا رہی ہے اور گناہ اس میں داخل ہوں یا نہ ہوں، مسجدوں کے قریب ننگا ہونا، سیٹی بجانا اور تالی بجانا ضرور اس فحشاء کے اندر داخل ہیں۔ یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ کفار کے بُرے کام سے ہماری عبادت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ مسجد کے پاس چاہیے سناٹا ہو یا چاہیے کفار ننگے ہو کر ناچتے ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم کو خدا نے حکم دیا ہے کہ

واقیموا وجوہکم عند کل مسجد

ہر مسجد کے سامنے اپنے چہروں کو سیدھا رکھو

اور اسکے ساتھ ہی حکم دیا ہے کہ "اخلاص اور قسط" کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اخلاص سے مراد یہ کہ عبادت کے شوق اور خوشنودی خدا کی غرض کے ساتھ نفرت، غصہ، عداوت، غرض کوئی دوسرا جذبہ اور دوسرا خیال نہ ہو اور دل میں بھی نہ ہو۔ بس صرف اللہ کے حضور میں ہوں۔ ماسوا کی طرف ہمارا خیال متوجہ نہ ہو۔ "قسط" کا لفظی ترجمہ عدل ہے۔ مگر علامہ ابن جوزی نے قسط کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ قسط سے مراد اللہ کا عدل ہے جسپر زمین آسمان (کا نظام) قائم ہے۔ جس طریقہ سے اللہ کا عدل حاصل ہو وہ طریقہ جزو دین ہے۔ مخالف دین نہیں ہے۔ قسط کا دوسرا نام ابن جوزی نے "سیاست عادلہ" رکھا ہے اور بتایا ہے کہ

وانحن نسمیہا سیاسۃ تبعا لمصطلحکم وانما ہی عدل اللہ ورسولہ ظہر بہذہ الامارات والعلامات - والطرق الحکمیۃ

ہم نے تمہاری بولی میں اسکا نام سیاست رکھا ہے ورنہ اللہ اور اسکے رسول کا عدل ہے جو ان (عقلی) نشانیوں اور علامتوں کے ذریعہ ظاہر ہوا ہے۔

قسط اور اخلاص کا مفہوم متعین ہو جانے کے بعد اب آیت کا مطلب صاف ہو گیا کہ اگر کسی مسجد کے پاس کوئی غیر قوم خلاف شرع کام کرتی ہے تو ہم پر متعین طور پر تو یہی فرض ہے کہ اخلاص کے ساتھ اپنی عبادت میں مشغول رہیں۔ لیکن اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ انکے اس عمل سے بالکل قطع نظر کر لینا شرعی حیثیت سے واجب ہے، بلکہ اللہ نے ہم کو قسط کا حکم بھی دیا ہے۔ یعنی ایسی سیاست عادلہ کا حکم بھی ہے جسکے ذریعہ سے اللہ کا عدل قائم ہو جائے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اولوالامر کا وہ حکم جو محض رائے، عقل، وقتی مصالح، اور سیاسی مفاد پر مبنی ہو، اللہ تعالیٰ کا حکم قرار نہیں دیا جا سکتا جس میں تغیر تبدل ناممکن ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسجد اور باجہ کا سوال بالکل جدید ہے۔ قرآن اور حدیث میں کوئی تصریح یا اشارہ اس بات کا نہیں ہے کہ آیندہ اگر مسجدوں کے سامنے کفار باجہ بجائیں تو ہم کو جبرًا روک دینا چاہیے۔ نہ یہی حکم ہے کہ خاموش رہنا چاہیے بلکہ ایسی صورتوں میں صرف قسط یعنی سیاست عادلہ کے مطابق طرز عمل برتنے کا حکم ہے۔

اسکے ساتھ ہی ساتھ صفائی کے ساتھ ہم کو یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ باجا بجانے کی غرض اگر یہ ہے کہ مسلمانوں کو شانتی اور امن کے ساتھ عبادت نہ کرنے دیجائے تو یہ ایک ایسا کام ہے جسے مسلمانوں کو ناپسند کرنا چاہیے، بلکہ اسکی برائی کا اعلان کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ خدا کا حکم ہے کہ

قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء

کہدو کہ اللہ بُری بات کا حکم نہیں دیتا

قرآن مجید، اسلامی عقائد، اسلامی عبادات، شعائر اسلام، غرض تمام شعائر اللہ خدا کی نشانیاں اور اسکی آیتیں ہیں۔ خدا نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم

قرآن میں خدا تم پر یہ حکم نازل کر چکا ہے

آیات اللہ یکفر بہا و یستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذاً مثلہم (نساء)

کہ جب تم اللہ کی نشانیوں کے ساتھ لوگوں کو کفر کرتے ہوئے اور مذاق کرتے ہوئے سنو تو انکے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ جائیں۔ ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔

اس آیت میں سورۂ انعام کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو مکہ میں نازل ہوئی تھی یعنی

واذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء ولکن ذکری لعلہم یتقون وذر الذین اتخذوا دینہم لعبا ولہوا وغرتہم الحیوۃ الدنیا وذکر بہ ان تبسل نفس بما کسبت۔ (انعام)

جب تو ان لوگوں سے ملے جو ہماری نشانیوں کا مذاق اڑاتے ہیں تو تو ان سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو نصیحت کے بعد انکے ساتھ مت بیٹھ۔ اور جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں انکے اوپر ان (کفار) کی بازپرس سے کچھ بھی نہیں ہے مگر نصیحت کرنا۔ شاید وہ ڈریں اور جن لوگوں نے اپنے مذہب کو کھیل کود بنا لیا ہے اور انکو دنیاوی زندگی نے فریب میں ڈال رکھا ہے انکو چھوڑ اور قرآن کے ذریعہ سے انکو نصیحت کرتا رہ۔ تاکہ کوئی جان اپنے گناہ کے باعث حرام کام کرے

اس آیت میں بھی صاف طور پر بتا دیا کہ جن لوگوں نے کھیل کود ہی کا نام مذہب بنا لیا ہے، اگر وہ اپنے کسی قول یا فعل کے ذریعہ ہمارے شعائر حرام کی اہانت کریں یا ذلت کریں یا مذاق کریں تو مسلمانوں پر شرعی حیثیت سے صرف نصیحت واجب ہے اور نصیحت پر بھی باز نہ آئیں تو شرعی حکم صرف یہ ہے کہ نصیحت کے بعد انکے ساتھ نشست و برخاست سے باز رہو تا آنکہ وہ اس فعل قبیح کے علاوہ کسی اور کام میں لگ جائیں۔ اس سے زیادہ اور کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔

فقہا کے نزدیک ایسی صورتوں میں صرف "تباعد" یعنی آیات الٰہی کی توہین کرنے والوں سے دور رہنا واجب ہے۔ مگر غیر مشروط طور پر نہیں، بلکہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ

انہ ینبغی لمن یفعل ذلک اذا لم یکن فی تباعدہ وترک سماعہ ترک الحق علیہ من نحو ترک الصلوۃ فی الجماعۃ لاجل ما یسمع من صوت الغناء واللہو وترک حضور الجنازۃ لما معہا من النوح وترک حضور الولیمۃ لما ہناک من اللہو واللعب فاذا لم یکن ہناک شیء من ذلک فالتباعد عنہم اولیٰ واذا کان ہناک حق یقوم بہ لم یلتفت الی ما ہناک من المنکر

(احکام القرآن للجصاص جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

یعنی ایسا کرنا اسوقت مناسب ہے جبکہ اس کفر یا استہزاء سے دور جانے اور اسکو سننا چھوڑ دینے میں کسی واجب کا ترک لازم نہ آتا ہو۔ گانے کی آواز اور کھیل کود کی آواز کی بدولت جماعت کی نماز چھوڑنا، نوحہ کی وجہ سے جنازہ چھوڑنا، لہو و لعب کی وجہ سے دعوت ولیمہ سے اٹھ جانا۔ پس اگر اس قسم کی باتیں نہیں ہیں تو دور رہنا اچھا ہے اور وہاں کوئی کام واجب بھی ہو تو فعل منکر کی طرف التفات نہ کیا جائے گا۔

علاصہ کلام یہ کہ اگر مسجد کے پاس مسلم یا غیر مسلم کوئی جتھا گانا بجاتا اور شور و غل کرتا اور لہو و لعب کرتا ہے تو مسلمانوں کو شرعی حیثیت سے صرف اتنا ضروری ہے کہ اگر نماز کا وقت نہ ہو تو وہ خود وہاں سے ہٹ جائیں مگر ہٹنے سے پہلے اتنا بتا دینا بھی ضروری ہے کہ تم یہ کام جو تم کرتے ہو خدا کے نزدیک برا کام ہے۔ اس سے زیادہ شرعی حیثیت سے کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ خدا نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ

وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء ولکن ذکری لعلہم یتقون

جو اللہ سے ڈرتے ہیں ان پر ان (کفار) کی بازپرس سے کچھ نہیں، مگر نصیحت کا شاید وہ بھی ڈریں۔

(باقی)

(ہمدم)

اسلام کے دشمن مسلمان ہیں یا اغیار؟

پڑھا لکھا ہو یا بے پڑھا لکھا، امیر ہو یا غریب، عورت ہو یا مرد، جوان ہو یا بوڑھا، مسلمان ہونے کا ہر مدعی اپنی اپنی جگہ غور کرے کہ اس میں اسلام کی کون کون سی نشانیاں موجود ہیں۔

اگر کوئی نہیں ہے

تو اسے سوچنا چاہیے کہ اپنی نامسلمانہ حالت سے خود وہ اسلام کو [illegible] لگا رہا ہے یا دنیا۔ وہ کاش مسلمان واقعی مسلمان بن جائیں، پھر انھیں کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ اپنے برے نمونوں سے مسلمانوں نے اپنے تئیں بھی مصیبتوں میں پھنسا رکھا ہے اور اسلام کو بھی بدنام کر رکھا ہے۔

راقم

واحدی ایڈیٹر درویش، نظام المشائخ و نائب حضرت خواجہ حسن نظامی دہلی

تحفۂ حرم

(مرتبہ جناب مولوی حافظ حاجی محمد احسن صاحب [illegible] مرحوم)

میلاد شریف کی محفلوں میں پڑھنے کے لیے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور رائج ہیں۔ مگر عموماً کتابوں میں صحت روایات کا لحاظ نہیں رکھا گیا نیز انکی عبارت بھی زمانۂ حال کی ضرورت کے مطابق سلیس اور عام فہم کم ہے۔ یہ میلاد شریف ان باتوں کے لحاظ سے مروجہ میلاد کی کتابوں سے بہتر ہے۔ اور اس قابل ہے کہ لوگ محفلوں میں اسی کے اجزا پڑھا کریں۔ نثر و نظم دونوں کے لحاظ سے یہ میلاد شریف قابل دید ہے۔ حجم ۱۲۶ صفحے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت ۱۲/

منیجر الناظر بک ایجنسی۔ لکھنؤ

فہرست مختصر

کتب خانہ اسلامیہ

سرسید مرحوم
- خطبات احمدیہ
- کل مجموعہ لکچر

نواب محسن الملک مرحوم
- اسلام
- مجموعہ لکچر
- مسلمانوں کی ترقی و تنزل کے اسباب
- مسلمانوں کی تعلیم

مولوی چراغ علی مرحوم
- اسلام کی دنیوی برکتیں
- حضرت سلیمان
- حضرت ابراہیم

- اعجاز القرآن
- سفرنامہ

مولانا رشید احمد انصاری
- المدنیۃ والاسلام
- تحریر المرأۃ

مولوی عبد الغنی مرحوم

مولوی سید محمد ماہری
- آثار اکبری
- حیات خسرو

- پیام احمد

مولانا حالی مرحوم
- مسدس حالی
- حیات سعدی
- حیات جاوید
- مجموعہ نظم حالی

مولانا نذیر احمد مرحوم
- سید علی

مولانا اسلم جیراجپوری
- سیرۃ الرسول
- خلافت بنی عباس
- تاریخ القرآن
- تاریخ نجد
- حیات حافظ
- علوم عرب

مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی
- ذکر جمیل
- سیرۃ الصدیق
- علمائے سلف

نیاز فتحپوری
- صحابیات

- خاتم النبیین
- سیف اللہ

مولوی نذیر احمد مرحوم
- حوائج
- مواعظ حسنہ

مولانا ذکاء اللہ مرحوم
- تاریخ ہندوستان

مولوی بشیر الدین احمد
- واقعات دار الحکومت دہلی
- تاریخ سلطنت بیجاپور

خواجہ حسن نظامی

- سلاطین

مولانا شبلی مرحوم
- سیرۃ النبی جلد اول
- جلد دوم
- سوم
- الفاروق
- سیرۃ النعمان
- المامون
- الغزالی
- سوانح مولانا روم
- شعر العجم
- مقالات

مولانا سید سلیمان ندوی
- ارض القرآن
- سیرۃ عائشہ

مولانا عبد السلام ندوی

مولانا شرر مرحوم
- تاریخ
- ملک العزیز ورجنا
- حسن بن صباح
- فردوس بریں
- یوسف و نجمہ
- ایام عرب
- جویائے حق

قاضی سلیمان منصورپوری
- رحمۃ للعالمین

مولانا عبد الماجد دریابادی

مولوی عبد الحلیم شرر
- تاریخ اسلام

مولانا سعید احمد اکبرآبادی

مولانا حامد حسن قادری

مولانا ابو الکلام آزاد
- ترجمان القرآن
- مسئلہ خلافت
- تذکرہ

مولوی عبد اللہ عمادی

مولوی محمد علی

مولوی عنایت اللہ

مولوی ظفر علی خاں

منشی ذکاء اللہ

مرزا سلطان احمد

مولوی محمد علی